ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.1 (2026)
(January to March)

ناول "شہر خالی، کوچہ خالی" اور "وبا کے اس پار زندگی" کا تقابلی جائزہ (کورونا وبا کے تناظر میں)

Novel "Shahr Khali, Kucha Khali" and "Waba kay uss parr zindagi") Comparative study (In the context of the Corona epidemic)

گلزار احمد
ایم فل اسکالر، شعبہ اُردو، اسلامیہ یونیورسٹی رحیم یار خان کیمپس
ڈاکٹر محمد یوسف
لیکچرار، شعبہ اُردو، اسلامیہ یونیورسٹی رحیم یار خان کیمپس
محمد قاسم
ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، اسلامیہ یونیورسٹی رحیم یار خان کیمپس

Gulzar ahmad
M.Phil Scholar, Urdu of Department, Islamia University Rahim Yar Khan. Campus
Dr. Muhammad Yousuf
Lecturer, Urdu of Department, Islamia University Rahim Yar Khan. Campus
Muhammad Qasim
M.Phil Scholar Urdu Department Islamia University Rahim Yar Khan.

Article Details
Received:
February 20, 2026
Accepted:
March 03, 2026
Online Published:
March 30, 2026

Copyright: ©2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Epidemics started chasing human beings in the shape of death at the very beginning of life on the earth and till now, they have done great harm to humans in different forms. But today's civilized and scientific society, which has reached the limits of the sky, has been paralyzed by the corona epidemic within a few days. Scientists who find cures for all kinds of complex diseases look helpless in front of Corona. Humans are forced to run away from their loved ones. In this crowd of people, each person seems to be standing alone and afraid of each other. Literary men were also among the victims of corona epidemic. Many of them lost their lives. Those who lived, described the effects of Corona in their own way. Mustansar Hussain Tarar and Raffaat Javed have written novels. In his own novel, they have given a detailed review of all the situations, events and effects that were faced by a rich to a poor person. Thay have taken an overall look at the life of humans and other creatures in this world during Corona. Which opens up the reason for the claim of human development. During Corona, the most terrible preventive treatment method was lockdown, the horror and effects of it, have been described by the both novelists in their own way.

Key words: Shahr Khali, Kocha Khali,"Waba kay uss parr zindagi", Corona, Epidemic, Mustansar Hussain Tarar, Rafaqat Javed, Literature, Narratives

اَدب معاشرے کی جڑوں سے پھوٹتا ہے اس لیے ادب معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں اور انقلابات سے اثر قبول کرتا ہے کائنات میں ہونے والا کوئی بھی بڑا واقعہ ادب کو لازمی طور پہ متاثر کرتا ہے۔ کسی بھی علاقے میں اگر قحط پھیل گیا تو بھی ادب اس سے متاثر ہو گا اور اگر کہیں جنگیں چھڑ گئی ہیں تو اب جنگوں کے اثرات بتانے کے لیے ادب کو متحرک ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر کہیں وبائیں پھوٹ پڑی ہیں تو بھی ادب متاثر ہوتا ہے کورونا جیسی موذی اور خطرناک مرض پر بھی بہت سارا ادب لکھا گیا ہے۔ وباوں پہ لکھے جانے والے ادب کی ایک تاریخ ہے بہت سارے نوبل انعام یافتہ ادیبوں نے بھی وباوں پہ لکھا جن میں لاطینی امریکہ کے معروف ناول نگار گبرئیل گارشیامارکیز کا ناول "وبا کے دنوں میں محبت" بہت مشہور ہے۔ اسی طرح پرتگال کے نوبل انعام یافتہ لکھاری حوزے سارا ماگو کا ناول "اندھے لوگ" بھی وبا پہ ہی ہے۔ اُردو میں وبا پہ لکھے گئے ناولوں میں خالد جاوید کا "ایک خنجر پانی میں" معروف ہے۔ اسی طرح دو ناول جو خاص طور پہ کوورڈ ۱۹ کی وبا کے تناظر میں لکھے گئے ان میں مستنصر حسین تارڑ کا ناول "شہر خالی کوچہ خالی" اور رفاقت جاوید کا "وبا کے اس پار زندگی" کے نام سے شائع ہوا۔ کورونا کی وبا نے جہاں زندگی کے تمام شعبوں کو متاثر کیا وہاں ادب کو بھی متاثر کیا اور خاص طور پہ فکشن اس سے متاثر ہوا۔ ڈاکٹر افضل مصباحی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اردو فکشن نگاروں نے بھی کورونا سے پیدا ہونے والی صورت حال کو اپنے فن میں برتا ہے۔ ان ادیبوں نے کورونا سے پیدا ہونے والی منفی اثرات کو اپنی تحریروں میں بطور خاص جگہ دی ہے"(۱)

ہم جب بھی دو فن پاروں کے درمیان تقابل کرتے ہیں تو اس کی کچھ وجوہات ہوتی ہیں جن میں دو وجوہات معروف ہیں اول اس فن پارے میں اشتراک کے عناصر ڈھونڈنا۔ دوم اس فن پارے میں انفرادیت کے پہلوؤں کا سراغ لگانا۔ دو فن پاروں میں اشتراک موضوعاتی اور اسلوبیاتی حوالے سے بھی ہو سکتا ہے نیز یہ زاویہ بھی قاری و ناقد کے پیش نظر ہوتا ہے کہ ایک ہی طرح کے حالات و واقعات نے دو مختلف لکھاریوں اور ان کے فن کو کس طرح متاثر کیا ہے۔ علاوہ ازیں اگر وبا کی نوعیت بھی ایک ہو اور دونوں لکھاریوں کا علاقہ بھی ایک ہو اور وہ اپنے ارد گرد ہونے والی ہلاکتوں کے عینی شاہد ہوں اور وبا کی وجہ سے حکومتی اقدامات اور حکومتی بے حسی کو کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہوں ہسپتالوں میں نافذ کی جانے والی ایمرجنسی کو دیکھ رہے ہوں وبا سے شفایاب ہونے والے خاندانوں کی خوشیاں ملاحظہ کر رہے ہوں مرنے والے کے خاندان کو پرسہ دے رہے ہوں تو اس صورت میں ان دو فن پاروں کا جائزہ اور بھی دلچسپ صورت حال اختیار کر لیتا ہے۔ ساتھ ساتھ لکھاریوں کا تجربہ مشاہدہ اور فکری و فنی اجزا کے درست استعمال کا تعین بھی بہت حد تک ممکن ہو جاتا ہے۔ ہر لکھاری اپنی افتادِ طبع اپنے تجربے کی پختگی اور مشاہدے کی گہرائی کے بل بوتے پہ اپنے فن پارے میں انفرادیت کے رنگ بھرتا ہے۔ لکھاریوں کی اس منفرد افتادِ طبع سے فن پارے کے سوتے پھوٹتے ہیں جو کہ تناور درخت بن جاتے ہیں اور ناقدین جن کی طرف واضح اشارے کر کے معنی کی کئی ایک پرتیں دریافت کرتے ہیں۔

کورونا وبا کا آنا بھی چونکہ دنیا کے لیے ایک بڑے واقعہ اور بڑے حادثے سے کم نہ تھا ساری زندگی کے نظام کی اتھل پتھل اس بیماری نے کی تو اس حادثے پہ بھی یقینی طور پہ ادب لکھا جانا ضروری تھا اور پھر اس حادثے نے جس طرح پوری دنیا اور اس کے تمام ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اس کو بیان کرنے کے لیے ناول کی صنف تمام اصناف سے موزوں تر ہے۔ ہمارے خطے میں کورونا کی وبا پر تین بڑے ناول نگاروں نے ناول لکھے ان میں عبدالصمد کا "کشکول" اور مستنصر حسین تارڑ کا "شہر خالی کوچہ خالی" اور رفاقتوں جاوید کا "وبا کے اس پار زندگی" اہم ہیں ان تینوں ناولوں نے ہمارے خطے میں کورونا وبا کے اثرات کو فنکارانہ طریقے سے بیان کیا ہے۔ ہمارا دائرہ

چونکہ صرف تارڑ اور رفاقت جاوید کے ناول تک ہی محدود ہے اس لیے ہم صرف انہی دو ناولوں کا کورونا وبا کے حوالے سے تقابل کریں گے۔

مستنصر حسین تارڑ کا ناول "شہر خالی کوچہ خالی" ۲۰۲۰ میں شائع ہوا۔ اس ناول کا انتساب انہوں نے ان نوجوانوں کے نام کیا ہے جو کورونا سے لڑتے لڑتے اور قوم کو بچاتے بچاتے خود فوت ہو گئے "وہ جو نامساعد حالات میں کورونا کی وبا کے سامنے صف آرا ہو گئے اپنے ہم وطنوں کی زندگیاں بچانے کی خاطر خود موت کے منہ میں چلے گئے اور جنھیں کوئی نشان حیدر نہ ملا ان کے نام"!

رفاقت جاوید کا ناول "وبا کے اس پار زندگی" کی اشاعت کا سن ۲۰۲۲ء ہے اس کا انتساب کچھ یوں ہے:

میری عزیز دوست
مسز ائیر وائس مارشل زبیر عالم (خورشید) کے نام
جو اپنے اعلیٰ کردار اور بلند اخلاقیات کی وجہ سے
ہم سب کے دلوں میں ہمیشہ آباد رہیں گی۔
جنہوں نے کورونا کی جنگ میں آخری سانس تک
ہمت و حوصلے سے مقابلہ کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔
اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے رتبے بلند فرمائے (آمین)

رفاقت جاوید

یہ دونوں ناول چوں کہ کورونا وبا کے موضوع پر اور اسی دوران لکھے گئے ہیں اس لیے ان میں کورونا کے بارے ابتدا میں لوگوں کے رویے کو بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح ہماری قوم نے پہلے پہل اس وبا کو غیر سنجیدہ لیا مستنصر حسین تارڑ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"یعنی آپ کسی کو بھی فون کریں اور اس کا حال چال اور روزمرہ کا معمول دریافت کریں تو سو فیصد وہی حال بیان کرے گا جو آپ کا ہے معمول میں کچھ بھی فرق نہ ہو گا۔۔ کاروبار اور پیشے کے خسارے دوستوں اور رشتے داروں سے دوری وبا کے بارے تازہ ترین اعداد و شمار نئے ٹوٹکے اور تدبیریں تنہائی کی بیابانی وبائی لطیفے اور پھر ایک لمبی چپ" (۲)

اس وبا نے بہت ساری چیزوں کو اتھل پتھل کر رکھ دیا۔ وہ پارک جہاں سیر کے لیے صرف اور صرف امیر لوگ جا سکتے تھے اب چونکہ وہ لوگ گھروں میں قید تھے تو انکی جگہ پہ غریب لوگ بھی وہاں آنے جانے لگے۔ ایک غریب بچی اس پارک میں جا کر لطف لینے لگتی ہے تو اسکی کیفیت کو تارڑ نے یوں بیان کیا ہے:

"اس کی خواہش تو ہو گی کہ یہ لاک ڈاؤن ہمیشہ جاری رہے اور وہ اس پارک میں ہمیشہ اکیلے بھاگتی دوڑتی پھرے کوئی اور بچہ نہ ہو" (۳)

لکھاری نے اپنے ذاتی تاثرات کا اظہار بھی یوں کیا ہے:

"کورونا اگر بچی کی خوشی کا باعث بن سکتا ہے تو بے شک کچھ مدت تک کے لیے ٹھہر جائے" (۴)

مستنصر حسین تارڑ نے کورونا کی وبا کو ذاتی زندگی پہ وارد کر کے دیکھا ہے اور خود کو مریض بنا کر پیش کیا ہے اس مرض میں اس کے گھر والوں شور خاص طور پہ بیٹوں اور بہوؤں کا لاتعلقی کا رویہ سامنے آتا ہے جبکہ بہانہ کورونا ہوتا ہے۔ تارڑ نے جہاں راوی کی ضعف اعتقادی کو پیش کیا ہے وہاں ہی بہت ساری مسلمات کی بھی نفی کرتے نظر آتے ہیں خاص طور پہ داتا صاحب کے حوالے سے جو عام لوگوں کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ تارڑ کے ناول میں کورونا کے بارے میں کرداروں میں گھمبیر تا زیادہ ہے اور چونکہ وہ صاحب طرز فکشن نگار بھی ہیں اس پہ مستزاد ان کا تجربہ و مشاہدہ تو انہوں نے کورونا کے حوالے سے تمام تر جزئیات کو فکری و فنی پختگی کے ذریعے بیان کیا ہے۔ وبا کے اس پار زندگی بھی کورونا وبا کے موضوع پہ لکھا ہوا ناول ہے جس کی لکھاری رفاقت جاوید ہیں رفاقت جاوید کا بھی جدید فکشن میں اہم نام ہے لیکن ان کا فنکارانہ شعور تارڑ کے فنکارانہ شعور کے حوالے سے کم پختہ ہے۔

اس کتاب میں بعض حصوں میں فلیش بیک کی تکنیک سے کام لیا گیا ہے اور اس ناول کا لوکیل اسلام آباد کا علاقہ ہے مومل اور اسکی دادی اس ناول کے مرکزی کردار ہیں مومل کو اسکی دادی پیار سے مومو بھی کہتی ہے اور اسلام آباد کی ساری تاریخ بتاتی ہے ان کے قرب و جوار میں جو لوگ ہوا کرتے تھے ان کے بارے بتاتی ہے۔ یہ خود سید خاندان سے تعلق رکھتے ہیں مگر ان کے پڑوس میں ایک گجر خاندان کبھی آباد ہوا ہوتا ہے جس کا ان کے گھر والوں سے بہت اچھا تعلق رہا ہوتا ہے انکا ایک لڑکا نائل بھی ہے جو بچپن میں مومو کے ساتھ کھیلا ہوتا ہے مگر اسکی یاد مومو کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتی ہے۔ پہلے پہل جب نائل کی یاد مومو کے دل میں کھد بد کرتی ہے تو وہ اس خیال کو جھٹکنے کی بہت کوشش کرتی ہے مگر آخر کار وہ ہار تسلیم کر لیتی ہے اور اپنے دل میں نائل کی محبت کے چھپے ذخیرے کو دریافت کر لیتی ہے۔ کورونا کے دوران مومو کی منگنی اپنے ایک رفیق کار ڈاکٹر سے ہو جاتی ہے مگر وہ کورونا کی وجہ سے فوت ہو جاتا ہے اسی دوران نائل اور اس کے گھر والے واپس اپنے آبائی گھر اسلام آباد آجاتے ہیں مومو کو نائل بہت حد تک بدلا بدلا لگتا ہے مگر جب انکی بات چیت شروع ہو جاتی ہے تو دونوں بے تکلف ہو جاتے ہیں اور آخر کار انکی شادی ہو جاتی ہے۔

مومو کی دوسری دو بہنیں بھی ہیں آئلہ اور بینا ان کو انکی والدہ باہر کے ممالک تعلیم کے لیے بھیج دیتی ہے مگر وہ وہاں بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہیں اور کورونا کے دوران ہی مر جاتی ہیں لکھاری نے بزرگوں کی دانش کو جدید تعلیم سے افضل قرار دیا ہے ایک موقع پہ مومو اپنی دادی سے کہتی ہے کہ:

> "دادی آپ کی پازیٹو سوچ کو سلیوٹ کرتی ہوں۔ اگر ماما آپ کے مشورے کو اہمیت دیتیں تو آئلہ اور بینا کے ذہن میں یہی شوق ڈال سکتی تھیں کہ وہ بھی اپنے گھر رہ کر ہی ڈاکٹر بنتیں"(۵)

مومو ڈاکٹر ہے وہ بہت خلوص سے اور بہادری کے ساتھ کورونا متاثرین کا علاج کرتی ہے اپنے سیکٹر کے تمام گھروں کا ٹیسٹ گھر آکر کرتی ہے۔ کورونا وبا کے موضوع کے علاوہ اس ناول میں نائل اور مومو کی محبت کا موضوع بھی واضح نظر آتا ہے۔ ایک موقع پہ مومو نائل سے ہونے والی گفتگو کو اور اس کے اظہار محبت کے طریقے کو یوں بیان کرتی ہے:

> "حیرت کی بات کہ نائل نے مجھ سے چھے فٹ کے فاصلے سے یہ انکشاف کیا کہ میں ابھی بھی تم سے اتنی محبت کرتا ہوں جتنی بچپن میں کیا کرتا تھا۔ تو مجھے یقین آگیا۔ میری زندگی میں دھڑلے سے قدم رکھنے والی تم پہلی لڑکی ہو۔ وہ وثوق سے کہہ رہا تھا تو میں نے نگاہیں جھکا لیں اور دل ہی دل میں اسکی محبت کا اعتراف کیا"(۶)

دونوں ناولوں میں بہت سارے عناصر اشتراک کے ہیں اور بہت سارے عناصر انفرادیت کے بھی ہیں دونوں ناول کورونا وبا کے موضوع پر لکھے گئے ہیں دونوں ناولوں میں کورونا وبا کی گھمبیرتا اور لوگوں کے اس پہ رد عمل کو فنکارانہ زاویے سے دکھایا گیا ہے۔

کورونا وبا کو ابتدا میں معمولی بیماری سمجھ کر لطیفہ بازی میں اڑا دینا بعد میں تشویش کی لہروں کا بلند سے بلند تر ہوتے جانا انسان کی بے بسی انسان کی مذہب سے دوری پھر مذہب کی طرف لوٹنا جیسے واقعات کو ان ناولوں میں خوب خوب بیان کیا گیا ہے کیونکہ ناول کی صنف میں یہ گنجائش اور خوبی ہوتی ہے کہ وہ ہر طرح کے موضوع کو اس کی تمام تر جزئیات کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ راشدہ قاضی ناول کی صنف کی اس خوبی کو بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں :

> " ادب کی تمام اصناف میں ناول ہی ایک ایسی صنف ہے جس میں اجتماعی اور خارجی زندگی کے حقائق کی مکمل تصویر دیکھی جاسکتی ہے یوں تو فنون لطیفہ کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جو اپنے ماحول سے اور سماجی عوامل سے بے نیاز رہ سکے مگر ناول حقائق کی جزئیات کا ایسا مشاہدہ پیش کرتا ہے جس سے ہم ان اسباب و علل کا تجزیہ کرسکتے ہیں اور ان قدروں کے باہمی پیکار کو سمجھ سکتے ہیں جس کے نتیجے میں حیات انسانی متنوع انداز میں ہم پر منکشف ہوتی ہے "(۷)

جیسا کہ اوپر بھی ذکر ہو چکا ہے کہ یہ ناول یعنی شہر خالی کوچہ خالی مستنصر حسین تارڑ کے قلم کا شاہکار ہے جو اردو سفر نامہ نگار کے ساتھ ساتھ اردو ناول نگاری میں بھی اپنا خاص مقام رکھتے ہیں ان کی ناول نگاری کی خصوصیت خوبیان کرتے ہوئے غفور شاہ قاسم لکھتے ہیں :

> "مستنصر حسین تارڑ بطور ناول نگار بہت کامیاب ناول نگار ہیں۔ ان کا سحر آفریں اسلوب انکو نمایاں مقام عطا کرتا ہے۔ سفر نامہ نگاری کے بعد جب انہوں نے ناول نگاری کے میدان میں قدم رکھا تو یہ اندازہ کرنا مشکل ہو گیا کہ سفر نامہ نگاری کو ان کا معتبر حوالہ گردانا جائے یا ناول نگاری کو سفر نامہ نگاری اور ناول نگاری کے فکری و فنی عناصر کا تال میل ان کے ہاں عجیب بہر دکھاتا ہے "(۸)

تارڑ کا ناول فکری و تکنیکی سطح پہ رفاقت جاوید کے ناول وبا کے اس پار زندگی سے کہیں زیادہ پہلو داری کے عناصر رکھتا ہے اس میں انسان کے علاوہ دیگر مخلوقات کا بھی بہت ذکر ہے بلکہ ناول شروع ہی فاختہ کی پرواز سے ہوتا ہے جو کہ امن کی علامت ہے اس میں بہت سارے عناصر فینٹسی اور طلسماتی حقیقت نگاری کے بھی ہیں طلسماتی حقیقت نگاری کے بارے ہم جانتے ہیں کہ حقیقت نگاری کی اس قسم میں کوئی بھی فن پارہ حقیقت نگاری کی طرز پہ چل رہا ہوتا ہے کہ اچانک اس میں بعض ایسے واقعات رونما ہونا شروع ہو جاتے ہیں جن کو ہم عام سماجی زندگی میں مشاہدہ کرنے سے قاصر ہوتے ہیں جیسا کہ ہرن کا مرکزی کردار سے باتیں کرنے کا عمل طلسماتی حقیقت نگاری کے ذیل میں آتا ہے۔ ہرن بوڑھے کردار کو وبا کے بارے بتاتے ہوئے کہتے ہے کہ یہ سب تمہارے غیر فطری رویوں اور ہمیں تنگ کرنے کی وجہ سے ہوا ہے اب آگے دیکھو کیا ہوتا ہے اس حوالے سے جو وہ مرکزی کردار کو کہتا ہے مصنف نے اسکو یوں بیان کیا ہے:

"اس وبا نے ہماری بد دعاوں سے جنم لیا ہے۔ تم وہاں ہوا کرتے تھے اپنی فصیلوں کے اندر اور ہم باہر تھے۔ اپنے جنگلوں کی عافیت میں تمہارے اور ہمارے درمیان ویرانوں اور بے آباد وسعتوں کے سلسلے تھے جو تمہیں اور ہمیں محفوظ رکھتے تھے۔ پھر تم نے سوروں کی مانند بچے پیدا کرنے شروع کر دیئے اتنے بچے جنے کہ بستیوں میں گنجائش نہ رہی اور تم ہمارے جنگلوں اور صحراؤں پر قابض ہو گئے۔ ہمیں اپنی سرزمین سے بے دخل کر دیا۔ یوں جب انسانوں اور حیوانوں میں محفوظ فاصلے نہ رہے دونوں قریب اگئے تو ایسی بیماریاں جو صرف جانوروں میں پائی جاتی تھیں انسانوں میں بھی منتقل ہونے لگیں یہ وبا تو ابتدا تھی ۔۔ تم نے قدرت کے نظام کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس لیے تمہاری بساط سمیٹی جا رہی ہے۔۔ تمہیں اپنے کئے کی سزا مل رہی ہے"(۹)

یہ وبا جو ایک ڈروانا خواب بن گئی ہوئی تھی اور جس نے تمام انسانیت کے نظام کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا کسی ایک انسان کے ساتھ انفرادی سطح پہ ایسا نہیں ہو رہا تھا بلکہ دنیا کے ہر خطے میں رہنے والا انسان اس سے متاثر تھا حتی کہ ترقی یافتہ ممالک جن کے ہسپتال ہر طرح کی سہولیات سے مزین تھے وہ بھی ڈر خوف اور بے یقینی کے عالم میں تھے۔ انسان کے عقائد نے بھی بہت ساری کروٹیں لیں۔ اس ناول کا مرکزی کردار ان تمام لوگوں کا استعارہ ہے جنھوں نے اس وبا کا سامنا کیا۔ ناول میں ایک موقع پہ مصنف اس مرکزی کردار بوڑھے کے جذبات و احساسات کو اس طرح بیان کرتا ہے:

"دن کے جتنے وسوسے ہوتے ہیں، خوف اور وہم جس قدر ہوتے ہیں، وہ تمام ڈروائے اور ہول جو دن کی روشنی میں اپنی گپھاؤں گھات لگائے منتظر ہوتے ہیں، دانت نکوستے ، غراتے ہوئے باہر آتے ہیں۔۔۔ نیند کی گولیاں پھانکنے کے باوجود میں سوتا ہوں نہ میں جاگتا ہوں، نہ زندہ ہوں نہ مرتا ہوں کہ نیند کو بھی عارضی موت کہا جاتا ہے۔۔۔ یہ سب بلائیں رات کے اندھیارے میں میرے سینے پر سوار ہو کر مجھے نوچنے کی کوشش کرتی ہیں جیسے گدھ مردار کو نوچتے ہیں۔ نہ میں بیدار نہ میں خوابیدگی میں مبتلا۔۔۔ قدیم داستانوں میں موت کے جتنے روپ ہوتے ہیں وہ جانے کہاں سے نازل ہو جاتے ہیں۔۔۔ کبھی کبھی مجھے خشک کھانسی کا دورہ پڑتا ہے اور بخار بھی معلوم ہوتا ہے۔۔۔ کہیں یہ شکار ہو جانے کی ابتدائی علامتیں نہ ہوں"(۱۰)

دونوں ناولوں کا تقابل کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ عناصر ان میں مماثلت کے ہیں اور کچھ عناصر انفرادیت کے بھی ہیں مشترک عناصر میں وبا کی ابتدا اور انتہا پر ہمارے ملک کے ہسپتالوں کی صورت حال، ڈاکٹرز اور نرسز کا استقلال، وبا کے بارے عام لوگوں کے عقائد اور افواہوں کا عقائد بننا شامل ہیں جبکہ منفرد پہلوؤں میں دونوں ناولوں کا لوکیل، دونوں ناولوں میں پائے جانے والے کرداروں کی ذہنی و فکری ساخت نیز دونوں فنکاروں کی فنکارانہ اپج بھی شامل ہے۔

"وبا کے اس پار زندگی" میں رومانوی عناصر بھی کافی حد تک موجود ہیں خاص طور پر ڈاکٹر مومو اور نائل کے عشقیہ تعلقات کو لے کر جبکہ "شہر خالی کوچہ خالی" میں ایسا کوئی بیان سامنے نہیں آتا اس طرح کے دو فن پاروں کا جائزہ لینا ایسے ہی ہے جس طرح زمین

کے ان دو ٹکڑوں پہ برسنے والی بارش کا اثر دیکھنا جو بالکل ساتھ ساتھ واقع ہوں اور جن کو بارش یکساں سیر اب کرتی ہو۔ مگر اس بارش کے نتیجے میں دونوں زمین کے ٹکڑوں کا رد عمل مختلف ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ "وبا کے اس پار زندگی" ناول میں رومانیت کے عناصر کسی حد تک موجود ہیں اور ان رومانیت عناصر سے کورونا کی وبا کی دہشت کسی حد تک کم ہوتی بھی دکھائی دیتی ہے مگر رومانیت کے یہ عناصر ان رومانی فن پاروں میں عناصر کی موجودگی کی طرح نہیں ہیں جن میں یہ عناصر بطور خاص آتے ہیں اور ان عناصر کا رابطہ ارضی مسائل سے ہونے کی بجائے انسان کے تخیلاتی اور جذباتی مسائل سے ہوتا ہے۔ اس ناول میں خالص رومانوی عناصر اس لیے بھی نہیں پنپ سکتے تھے کہ یہاں ایک بہت بڑے مسئلے کا بیان ہوا تھا جو وبا کی شکل میں ساری انسانیت کو مع اسکی سائنسی و سماجی ترقی کے روندتی چلی جا رہی تھی یہی وجہ ہے کہ اس ناول میں رومانی عناصر کی سحر انگیزی کو کورونا کی دہشت کھا گئی ہے اور فضا گھٹی گھٹی سی نظر آتی ہے۔

پہلا فرق دونوں فن پاروں میں یہی ہے کہ "شہر خالی کوچہ خالی" میں رومانویت کے عناصر مفقود ہیں جب کہ "وبا کے اس پار زندگی" میں رومانیت کے عناصر کسی حد تک موجود ہیں۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ دونوں ناولوں کا لوکیل الگ الگ ہے "وبا کے اس پار زندگی" کا لوکیل اسلام آباد شہر ہے جبکہ "شہر خالی کوچہ خالی" کا لوکیل لاہور شہر ہے یوں ان دونوں فن پاروں کی وساطت سے دونوں شہروں کا تاریخی و سماجی پس منظر بھی قاری کے سامنے آجاتا ہے۔ تیسرا بڑا فرق یہ ہے کہ "وبا کے اس پار زندگی" میں ماں باپ کے زیر سایہ نہ ہونے کی وجہ سے بگڑنے کا موضوع بھی پیش کیا گیا ہے اور کہیں کہیں سے یہ ناول ناصحانہ انداز اختیار کر لیتا ہے اور یہ موضوعاتی اور اسلوبیاتی سطح پر ہوتا ہے جبکہ "شہر خالی کوچہ خالی" میں ایسا کچھ بھی نظر نہیں ہوتا تارڑ کا اسلوبِ بیاں بھی پختہ ہے اور انہوں نے سارے کا سارا ناول اس وبا کی تباہ کاریوں پہ ہی لکھا ہے اور ایک گھر کے حالات کو اور بوڑھوں کی زندگی کی جزئیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چوتھا بڑا فرق اختصار اور طوالت کا ہے تارڑ چونکہ فکری و فنی شعور کے حوالے سے رفاقت جاوید سے کہیں آگے ہیں اس لیے تارڑ کا ناول اور اسلوب اختصار اور جامعیت کا نمونہ ہے جبکہ رفاقت جاوید کے ہاں بعض اوقات غیر ضروری تفصیلات اور لمبے لمبے اقتباسات ایسے بھی ملتے ہیں جن کے لیے تارڑ نے تھوڑے الفاظ میں بات مکمل کر دی یے مطلب یہ ہوا کہ وہی بات تو تارڑ نے ایک اقتباس میں کی ہے رفاقت جاوید نے اس کے لیے دو اقتباس صرف کیے ہیں۔

ان سب منفرد پہلوؤں کے باوجود وہ پہلو جو اشتراک کا ہے اور جس نے ان دونوں ناولوں کو ایک لڑی میں پرویا ہے وہ کورونا وبا کے موضوع کی پیشکش کا حوالہ ہے جو دونوں ناولوں کا مرکزی موضوع اور مرکزی حوالہ ہے دونوں ناول نگاروں نے اس وبا کی گھمبیرتا کو اور اپنے اپنے شہر میں اس وبا کی وجہ سے پھیلتے منحوس سائے کو عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے اپنے اپنے شہر کا احوال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ پوری قوم کی نفسیات اور وبا کے رد عمل کے طور پر ابھرنے والی نفسیاتی کیفیات کو بھی فنکارانہ طریقے سے پیش کیا ہے۔ "شہر خالی کوچہ خالی" میں موجود ان نفسیاتی کیفیات کی نشاندہی کرتے ہوئے یوسف نون لکھتے ہیں۔

> "غم اور صدمے سے گزرنے کے بعد مرد و خواتین اور مختلف افراد میں جنسی کشش کی اٹھان اور امنگ کی نوعیت اور وقت مختلف ہو سکتے ہیں مگر اس کے نتائج یکساں طور سود مند ہیں۔ تارڑ کے ناول "شہر خالی کوچہ خالی" میں غم اور جنس کے تعلق کی تھیوری کو بھی پیش کیا گیا ہے سڑکوں پر بکھرے استعمال شدہ ماسک واحد متکلم کو استعمال کیے جانے کے بعد پھینک دیئے گئے کنڈوم کی مانند لگتے ہیں استعمال شدہ ماسک کو دیکھنے سے اُس کا ذہین

کنڈوم کی طرف آخر کیوں گیا؟ اپنے بھٹکتے خیال اور اس سے اٹھتے سوال کا جواب خود بخود
اس کے ذہین میں سیکس اور غم کے نفسیاتی نظریے کے تحت اجاگر ہوتا ہے"۔(۱۱)

رفاقت جاوید نے وبا کے دوران اقدار اور معاشرتی روایات سے تعلق مضبوط کرنے کے نظریہ کا پرچار کیا ہے اور کامیابی یا ناکامی کا معیار مشرقی روایت، اقدار اور اپنی مٹی سے جڑت کو قرار دیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ مومل عرف مومو کی کامیاب زندگی دادی کی وجہ سے ہے جو روایات، اقدار اور معاشرتی مہابیانیوں کے ساتھ وفادار ہیں اور اسی سانچے میں دادی نے مومل کی تربیت کی ہے۔ اس کے برعکس مستنصر حسین تارڑ نے مہابیانیوں کی رد تشکیل کی حقیقت بیان کی ہے اور اس انتشار اور ہیجانی کیفیت کو بیان کیا ہے جو کورونا کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی۔ معاشرتی اقدار، روایات اور مذہبی قوانین کے مہابیانیوں کے بت پاش پاش ہو گئے۔ یوسف نون اسی بابت لکھتے ہیں۔

"کورونا کی وبائی صورت حال نے بہت کچھ بدل کر رکھ دیا ہے۔۔۔۔۔ ہم اس امر کے لیے
مجبور ہیں کہ مرکز گریز رویہ یعنی تکثیریت اپنائیں اور تمام مذہبی، سیاسی سماجی اور ثقافتی مہا
بیانیوں کی رد تشکیل سے نت نئے چھوٹے چھوٹے بیانیے تشکیل دیں۔ کورونا نے ایسی غیر
یقینی صورت حال کو بڑھاوا دیا ہے جس سے خود انسان کا اپنا وجود ایک غیر یقینی شے ہو گیا
ہے۔ تو اس کے قائم کردہ نظریے یا بیانیے کیونکر قائم بالذات رہ سکتے ہیں"(۱۲)

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر افضل مصباحی، کوڈ-۱۹ بحران خود احتسابی محرک، مشمولہ: عالمی جائزہ، عالمی وبا نمبر، دہلی اُردو ٹرسٹ، اگست ۲۰۲۱ء، ص: ۲۷۰

۲۔ تارڑ، مستنصر حسین، شہر خالی کوچہ خالی، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰، ص: ۴۵

۳۔ ایضاً، ص: ۱۰۲

۴۔ ایضاً، ص: ۱۰۲

۵۔ رفاقت جاوید، وبا کے اس پار زندگی، لاہور سنگ پبلی کیشنز، ۲۰۲۲، ص: ۱۷۴

۶- ایضاً، ص: ۱۸۷

۷۔ راشدہ قاضی، اُردو ناول کی روایت اور سیاسی و سماجی تغیرات، مشمولہ ماہ نو، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص: ۱۷

۸۔ غفور شاہ قاسم ڈاکٹر، مستنصر حسین تارڑ، شخصیت و فن، اسلام آباد: اکادمی ادبیات ۲۰۱۵ء، ص: ۱۵۵

۹۔ تارڑ، مستنصر حسین، شہر خالی کوچہ خالی، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۲۰، ص: ۵۷، ۷۴

۱۰۔ ایضاً، ص: ۶۶، ۶۵

۱۱۔ یوسف نون، کورونائی صورت حال کو بلر راس ماڈل اور ناول، کوچہ خالی، بازار خالی، کا نفسیاتی مطالعہ، مشمولہ: ماخذ تحقیقی مجلہ (اپریل تا جون ۲۰۲۲)، جلد ۳، شمارہ ۲، ص: ۵۹۷، ۵۹۶

۱۲۔ یوسف نون ،، شہر خالی کوچہ خالی ،ایک کرونائی ناول کا مابعد جدید تناظر ، مشمولہ : ماخذ تحقیقی مجلہ (اپریل تا جون ۲۰۲۲)، جلد ۳، شمارہ ۲، ص:۸۳

References in Roman Script:

1. Dr. Afzal Misbahi, COVID-19 Buhran: Khud Ehtisabi Muharrik, mashmoola: Aalami Jaiza (Aalami Waba Number), Dehli Urdu Trust, August 2021, p. 270.
2. Tarrar, Mustansar Hussain, Shehar Khali Koocha Khali, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2020, p. 45.
3. Ibid., p. 102.
4. Ibid., p. 102.
5. Riffat Javed, Wahan Ke Us Paar Zindagi, Lahore: Sang Publications, 2022, p. 174.
6. Ibid., p. 187.
7. Rashida Qazi, “Urdu Novel Ki Riwayat Aur Siyasi-o-Samaji Taghayyurat,” mashmoola: Mah-e-Nau, Lahore, 1992, p. 17.
8. Dr. Ghafoor Shah Qasim, Mustansar Hussain Tarrar: Shakhsiyat-o-Fun, Islamabad: Academy of Letters, 2015, p. 155.
9. Tarrar, Mustansar Hussain, Shehar Khali Koocha Khali, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2020, pp. 74–75.
10. Ibid., pp. 65–66.
11. Yousaf Noon, “Coronai Surat-e-Haal Ko Kübler-Ross Model Aur Novel Koocha Khali, Bazaar Khali Ka Nafsiyati Mutala‘a,” mashmoola: Makhaz Tehqeeqi Majalla, Vol. 3, No. 2 (April–June 2022), pp. 596–597.
12. Yousaf Noon, “Shehar Khali Koocha Khali: Aik Coronai Novel Ka Mabaad Jadid Tanazur,” mashmoola: Makhaz Tehqeeqi Majalla, Vol. 3, No. 2 (April–June 2022), p. 83.